

سورہ التوبہ میں تاریخی پہلوؤں سے متعلق آیات کی تاویل میں ابن کثیر کا منہج  
*Ibn Kathīr's Approach towards Interpretation of Verses related  
 to Historical Aspects in Sūrah al-Tawbah*

Sana Ullah Aeri

*M.Phil. Scholar, Alhamd Islamic University Quetta*

Asghar Hussain

*M.Phil. Scholar, Alhamd Islamic University Quetta*

Rahela Nuzhat

*M.Phil. Scholar, Alhamd Islamic University Quetta*

**Abstract**

This article studies *Ibn Kathīr's Approach towards Interpretation of Verses related to Historical Aspects in Sūrah al-Tawbah*. It argues that in his commentary, *Ibn Kathīr* has adopted three types of methodologies in the interpretation of the relevant verses: First one is narrative methodology, in which the interpretation of the words mentioned in the verse, the background of the event, the *hadīths* related to the relevant discussion, the sayings of the Companions and scholars are mentioned, the second one is the comparative methodology, in which the differences in the interpretation of the words, different opinions in the narration of events, the position of the jurists related to the rulings, and the comparison of the differences of the scholars in various other studies are mentioned, and the third one is the analytical methodology, under which the different opinions are described, in which *Ibn Kathīr* sometimes presents his own analysis of the different existing theories on the relevant subject.

**Key Words:** *Ibn Kathīr*, Approach, Interpretation of Verses, Surah *al-Tawbah*



تمہید

اس آرٹیکل کا موضوع سورہ التوبہ میں تاریخی پہلوؤں سے متعلق آیات کی تفسیر میں مشہور مفسر ابن کثیر کا منہج ہے۔ اس پر گفتگو سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفسر اور ان کی تفسیر کا اجمالی تعارف پیش کر دیا جائے:

### ابن کثیر کا تعارف

امام ابن کثیر کی کنیت ابو الفداء، نام اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر القیس البصری الشافعی اور لقب عماد الدین ہے۔ آپ 700ھ میں شام میں پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے پیدائش کا نام بستی "مجدل" تھا جو بصریٰ میں واقع ہے۔<sup>(1)</sup> یہ بستی دمشق کے جنوب میں واقع ہے۔<sup>(2)</sup> ام ابن کثیر کی پرورش ایک علمی و دینی گھرانے میں ہوئی۔ ان کے والد عمر بن حفص بن کثیر اپنی بستی میں خطیب تھے اور انھوں نے امام نوادی اور فزاری سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ امام ابن کثیر محض تین برس کے تھے کہ ان کے والد انتقال کر گئے۔ 707ھ میں ان کی والدہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنے بیٹے کے ساتھ دمشق چلی گئیں۔ امام ابن کثیر کو بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے قرآن، حدیث، تاریخ، فقہ، سیرۃ، نحو وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ کو بے شمار احادیث کی اسناد، متن اور ان روایات کے رجال و تاریخ از بر تھے۔ اسی علمی ماحول میں وہ جوان ہوئے۔ انھوں نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید اپنے استاد ابن غیلان سے حفظ کیا تھا۔<sup>(3)</sup> امام ابن کثیر نے جن اساتذہ سے سماع کیا ان میں مندرجہ ذیل اہم ہیں:

- برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحمان فزاری (م: 729ھ)۔ یہ ابن الفرکاح کے نام سے معروف ہیں۔
- بہاؤ الدین القاسم بن مظفر بن النجم محمود بن تاج الامناء ابن عساکر (م: 723ھ)۔ ان کا تعلق شام سے تھا اور یہ معروف مؤرخ ہیں۔
- عیسیٰ بن المطعم۔ ان کا تعلق دمشق سے ہے۔
- محمد بن زراد۔
- عماد الدین محمد بن الشیرازی (م: 749ھ)
- عقیف الدین بن یحییٰ الادمی (م: 729ھ)
- حافظ ابو الحجاج جمال الدین یوسف بن عبد الرحمان بن یوسف القاضی (م: 724ھ)
- تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی (م: 728ھ)
- شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (م: 673ھ)۔<sup>(4)</sup>

امام ابن کثیر 26 شعبان 774ھ کو دمشق میں 74 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اخیر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ کو امام ابن تیمیہ کے قریب دفن کیا گیا تھا۔<sup>(5)</sup>

### تفسیر ابن کثیر کا تعارف

تفسیر ابن کثیر کا اصل نام تفسیر القرآن العظیم ہے۔ کتب تفسیر بالماثور میں ابن کثیر کی "تفسیر" کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس میں مولف نے مفسرین سلف کے تفسیری اقوال کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ اور اقوال و آثار کی روشنی میں کی ہے۔ انہوں نے اس میں حسب ضرورت جرح و تعدیل سے بھی کام لیا ہے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں مروج

اور متداول ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں "اس طرز پر اس سے اچھی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی" صاحب البدر الطالع فرماتے ہیں: "ابن کثیر نے اس میں بہت سامواد جمع کر دیا۔ انہوں نے مختلف مذاہب و مسالک کا نقطہ نظر اور اخبار و آثار کا ذخیرہ نقل کر کے ان پر عمدہ بحث کی ہے۔ یہ سب سے بہترین تفسیر نہ سہی، لیکن عمدہ تفاسیر میں شمار ہوتی ہے"۔<sup>6</sup> علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں: "علماء کے نزدیک تفسیر حدیث کے طالب علموں کے لیے اسانید و متون کی معرفت اور نقد و جرح میں بہت معاون ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک عظیم علمی کتاب ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں" علامہ شاکر نے "عمدة التفسیر عن الحافظ ابن کثیر" کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور انہوں نے اس میں عمدہ علمی فوائد جمع کیے ہیں، لیکنیہ نامکمل ہے۔ اس کی پانچ جلد میں طبع ہو چکی ہیں اور اختتام سورۃ انفال کی آٹھویں آیت پر ہوتا ہے۔

### سورہ توبہ کے تاریخی پہلوؤں میں ابن کثیر کا منہج

سورہ توبہ میں بنیادی طور پر تین بڑے تاریخی واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ ہجرت مدینہ، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک۔ ذیل میں انہی تاریخی واقعات سے متعلق امام ابن کثیر کی ذکر کردہ مباحث کا ذکر کیا جائے گا۔

### ہجرت مدینہ کے بیان میں امام ابن کثیر کا منہج

ارشاد خداوندی ہے: "اگر تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے اس وقت ان کی مدد کی جب انہیں کفار نے (مکہ سے) نکلنے پر مجبور کیا وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی (ابو بکر صدیق (رض)) سے کہہ رہے تھے ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر اپنی رحمت اتاری اور ان لشکروں سے ان کی مدد کی جو تم دیکھ نہیں سکتے اور اللہ نے کافروں کی بات پست کر دی اور اللہ کی بات ہی بلند ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔" <sup>8</sup> اس آیت کے ضمن میں امام ابن کثیر نے بیانیہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے مختصر ہجرت کے واقعہ کو بیان کیا ہے، آیات کے بعض الفاظ کی صحابہ اور سلف صالحین کی روشنی میں تشریح کی ہے اور آخر میں حدیث کی روشنی میں حقیقی مجاہد کا مفہوم بیان کیا ہے۔ ہجرت کا مختصر واقعہ بیان کرتے ہوئے آیت میں مذکور سکینہ کا مفہوم ابن عباس کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق پر سکون و اطمینان کا نزول ہے۔ اور دلیل اس کی یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی لیکن اس خاص حال میں تسکین کا از سر نو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں۔ اسلئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر دبا دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا۔ شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا۔<sup>9</sup> حقیقی مجاہد کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے۔ دوسرا حمیت قومی کے لئے، تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کیلئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو کلمہ حق کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ راہ حق کا مجاہد ہے۔<sup>10</sup>

### غزوہ حنین

ارشاد خداوندی ہے: "تحقیق اللہ نے کئی مقامات پر تمہاری مدد کی اور غزوہ حنین کے موقع پر (تمہاری مدد کی) جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے تو وہ تمہیں کچھ بچانہ سکی اور تم پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولوں پر اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم دیکھ نہ پائے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے توفیق توبہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" <sup>11</sup> سورہ توبہ کی آیت 25 تا 27

میں غزوہ حنین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ضمن میں ابن کثیرؒ نے بیانیہ اسلوب کے تحت غزوہ حنین کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف احادیث کا ذکر کرتے ہوئے واقعات کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اور کہیں کہیں تقابلی بھی بیان کیا ہے۔ غزوہ حنین کو بیان کرتے ہوئے مجاہد کی وساطت سے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت سورہ براءۃ کی پہلی آیت ہے۔<sup>(12)</sup> جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنا احسان جتلا یا ہے کہ حنین کے موقع پر جو کچھ تمہارے ساتھ ہو اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے تمہاری مدد کی تمہیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ جنگ میں فتح و کامرانی کا مدار مال و اسباب اور ظاہری طاقت نہیں ہے بلکہ اس کا مدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور کامل تعاون ہے۔<sup>(13)</sup>

### غزوہ حنین کے واقعات سے متعلق مختلف احادیث

اس غزوہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔ ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے۔<sup>(14)</sup> ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو بلال کے کچھ لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے اور عون بھی عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کے اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ ہی رکھا ہے تو آپ نے اس لشکر کو لے کر جو اب آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلے کے لیے چلے تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا صحیح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پنا تیر باری کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں یہاں مسلمانوں میں دفعتاً بتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔<sup>(15)</sup> مسلمانوں پر اچانک حملہ ہونے کی وجہ سے جو ان کی حالت تھی وہ بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی شجاعت، ثابت قدمی اور توکل علی اللہ کو بیان کرتے ہوئے ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس قدر سخت حالات کے باوجود آپ ﷺ کفار کی جانب آگے بڑھے اور آپ ﷺ کی سواری کی لگام حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسفیان نے تھامے ہوئی تھی۔ آپ ﷺ آگے بڑھتے ہوئے یہ اعلان کرتے جا رہے تھے انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب<sup>(16)</sup> کہ میں اللہ کا سچا نبی ہوں، میں عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ اس قسم کے سخت حالات میں جو صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے ان کی تعداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تقریباً اسی یا سو کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت امین بن ام ایمن، حضرت اسامہ بن زید وغیرہ شامل ہیں۔ اس حالت میں فتح کے لیے ضروری تھا کہ کسی طرح سے مسلمانوں میں یک جہتی پیدا کرتے ہوئے خوف و ڈر ختم کیا جائے اور کسی طریقہ سے ان کو جنگ میں واپس بلائیں۔ چنانچہ حضرت عباس نے ان الفاظ میں آواز لگائی کہ "اے بول کے درخت تلے بیعت کرنے والو اے سورہ بقرہ کے حاملو"۔ یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام میں ایمانی غیرت بیدار ہو گئی اور سب واپس آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

صحابہ کرام کی واپسی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی صحابی کی سواری جنگ کے لیے آگے نہیں بڑھ رہی تھی تو انہوں نے اس سواری پر قناعت نہیں کی بلکہ سواری کو چھوڑ کر پیدل آپ ﷺ کی خدمت میں جنگ کے لیے پہنچ گیا۔

جب تمام صحابہ کرام واپس آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا الہی جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما۔ یہ دعا مانگنے کے بعد آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھوں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے۔ دوسری جانب مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا جس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انہوں نے کفار کو قید کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کر دیا (17)۔ قرآن نے جو یہ کہا کہ "ثم وليتم مدبرين" اسی کا بیان اس روایت میں کیا گیا ہے کہ جنگ شروع ہونے کے بعد اس قسم کے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع ہو گئے۔ ماقبل بخاری کی روایت میں صحابہ کرام کے منتشر ہونے کے بعد آپ ﷺ کے جس اعلان اور دعا کا ذکر کیا گیا تھا اسی اعلان اور دعا کا ذکر اس روایت میں بھی کیا گیا ہے۔ اس روایت میں ایک اضافہ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے مٹھی بھر کر جو مٹی مشرکین کی جانب پھینکی تھی اس سے متعلق مشرکین کا اپنا کہنا یہ ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اسی وقت ہمیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی طشت پر بچ رہا ہے۔ آپ ﷺ کی شجاعت سے متعلق براء بن عازب کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی نے ان سے غزوہ حنین میں مسلمانوں کی حالت سے متعلق پوچھا کہ مسلمان کیوں بھاگ گئے تھے؟ جس کے جواب میں براء بن عازب نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کے آس پاس سے بہت سے مسلمان بھاگ کھڑے ہو گئے تھے لیکن آپ ﷺ ثابت قدمی کا پہاڑ بن کر کھڑے رہے۔ لشکر تو بھاگ نکلا تھا لیکن اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری کے بجائے خچر پر سوار ہو کر مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ جو نہ بھی پہچانتا ہو وہ بھی پہچان لے۔ جہاں تک مسلمانوں کے بھاگنے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ براء بن عازب یہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیرا اندازی کے فن کے استاد تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے انہوں نے موقع دیکھ کر پھر جو پوری مہارت کے ساتھ تیروں کی بار برسائی تو یہاں بھگڈر چھ گئی۔ (18) سورہ توبہ میں مسلمانوں پر جس سکینت اور فرشتوں کے نزول کا ذکر ہو رہا ہے اسی بارے میں ایک مشرک کے حوالے سے ابن کثیر ابن جریر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے تو جتنا وقت بکری سے دودھ دھونے میں لگتا ہے اتنا وقت بھی نہیں ہوا تھا کہ مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر پڑے ہم نے دیکھا یہ کہ خوبصورت نورانی چہرے والے کچھ لوگ ان کے ارد گرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہو گئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ (19) حنین کی جنگ کے بعد ہوازن کو آپ ﷺ کی جانب سے دو چیزوں کا اختیار دیا گیا یا تو قیدی یا مال؟ انہوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی مرد عورت کی بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ نے یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے

انہیں بھی آپ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔<sup>(20)</sup>

### غزوہ تبوک

سورہ توبہ میں تیسرا تاریخی واقعہ غزوہ تبوک سے متعلق ہے۔ اس واقعہ سے متعلق احکام، ہدایات اور منافقین کے طرز عمل کا تذکرہ سورہ توبہ کے ایک چوتھائی حصہ پر مشتمل ہے۔ جس میں تفصیل کے ساتھ یہ تمام مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر 38 سے اس واقعہ کا بیان شروع ہوتا ہے اور مسلسل دور کو اس کا بیان جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد چند دیگر مباحث جیسا کہ زکوٰۃ سے متعلقہ کچھ احکامات، منافقین سے متعلقہ احکامات، نبی کریم ﷺ کو کچھ ہدایات وغیرہ کے بیان کا تذکرہ بھی غزوہ تبوک کے ذکر کے ساتھ ساتھ سورہ توبہ میں بیان کیا گیا ہے: "اے ایمان والو! تمہیں کیا عذر ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو، تو تم بوجھل دل سے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی پر خوش ہو گئے؟ جبکہ دنیوی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں بس قلیل ہی ہے۔"<sup>21</sup> ابن کثیر نے بنیہ اسلوب کے تحت غزوہ تبوک سے متعلق مختلف واقعات کو سورہ توبہ کی مختلف آیات کے تحت بیان کیا ہے۔ واقعات سے متعلقہ مختلف اہل علم کی آراء کو ذکر کرتے ہوئے ان میں تقابل بھی بیان کیا ہے۔ اور ان آیات کے ضمن میں بیان کردہ احکامات سے متعلق اپنا تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس آیت کے تحت ابن کثیر جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے شروع میں حالات ایسے تھے جو واقعی انسانی طبائع کو دیکھتے ہوئے کسی بھی مہم پر جانے کے لیے سازگار نہیں تھے۔ کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور باغات پک چکے تھے ایسے میں کسی بھی مہم پر جانا واقعی مشکل کام تھا۔ ان آیات میں انسان کی اسی خصلت پر ضرب لگائی گئی ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اس کی نعمتوں کو اس قدر مت چاہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے یہ حائل ہونا شروع ہو جائیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جب بھی جہاد کا حکم دیں بغیر کسی چوں چوں کے سر تسلیم خم کر لیں۔<sup>(22)</sup>

### دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کا بیان

متعلقہ آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان کیا ہے، اس مضمون کی وضاحت کے لیے ابن کثیر مختلف احادیث اور واقعات بیان کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے۔<sup>(23)</sup> سورہ التوبہ میں جہاں دنیا کی بے ثباتی بیان کی گئی ہے وہیں یہ شکوہ بھی اس میں کیا گیا ہے کہ جب رب عزوجل کو جہاد کے لیے بلا رہے ہیں، اس کے باوجود آپ پیچھے کیوں ہٹ رہے ہیں۔ اسی مضمون کی تشریح کرتے ہوئے ابن کثیر نے جہاد نہ کرنے والوں سے متعلق مختلف احادیث ذکر کی ہیں اور کچھ واقعات بیان کیے ہیں۔ ایک حدیث یہ بیان کی ہے کہ ایک قبیلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بلوایا وہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔<sup>(24)</sup> پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں اترانا مت کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ کا دوسرے لوگوں کو مددگار کر دے گا۔ جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔<sup>(25)</sup>

## جہاد کا فقہی حکم

ایک آیت "انفروا خفافا و ثقالا۔۔ الخ" ذکر ہوئی ہے، اس کے ضمن میں ایک اہم موضوع یہ بیان ہوتا ہے کہ آیا جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے یا کچھ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں؟ ابن کثیرؒ اس کے بارے میں مختلف آراء ذکر کی ہیں اور اپنا رجحان بھی بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ابو طلحہ کی رائے بیان کی ہے کہ صحابہ کرام کے مابین یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے یا کسی بوڑھے یا بیمار کو کوئی چھوٹ حاصل ہے تو یہ آیت نازل ہوئی جس کا معنی یہ ہے کہ ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے کوئی بوڑھا، بیمار یا معذور اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ابو طلحہ شام گئے جہاں نصرانیوں کے خلاف جہاد کرتے کرتے اللہ کے راستے میں جان دے دی۔ ابو طلحہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ جہاد کے بہت شوقین تھے۔ آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر عہد فاروقی تک جہاد کرتے رہے باوجود اس کے کہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے لیکن سب کے کہنے کے باوجود جہاد سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ بچوں نے ان کو کہا کہ ابا حضور آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اب آپ جہاد پر نہ جایا کریں مگر آپ راضی نہ ہوئے اور اسی لمحہ گھر سے روانہ ہوئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو سمندر کے عین درمیان روح پروردگار کو سونپ دی۔ نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی۔<sup>(26)</sup> اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری، مقداد بن اسود، صفوان بن عمرو بھی اسی کے قائل ہیں کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔<sup>(27)</sup> خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی رائے یہ ہے کہ جو ان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فقیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوش حال ہوں یا تنگ دل ہوں، بھاری ہوں یا ہلکے ہوں، حاجت مند ہوں، کاری گر ہوں، آسانی والے ہوں سختی والے ہوں پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوی ہوں یا کمزور جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ حق کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ امام اوزاعی کی رائے یہ ہے کہ اگر اندرون روم حملہ ہو رہا ہو تو ہر ایک پر جہاد فرض نہیں ہے اور اگر بارڈر پر جنگ ہو رہی ہو تو ہر ایک کے لیے جہاد پر نکلنا فرض ہے۔ کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کا حکم سورہ توبہ کی آیت 122 "فلولا نفر من کل فرقة۔۔ الخ" سے منسوخ ہے۔ ابن جریر نے اس کی تردید کی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کو آپ ﷺ جہاد پر جانے کے لیے کہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ ابن کثیرؒ کے نزدیک ابن جریر کی یہ رائے زیادہ مناسب ہے۔ ایک اور روایت بیان کی ہے جب آپ ﷺ سے ایک بھاری بھر کم بڑے شخص نے جہاد پر جانے سے رخصت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی اور سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن صحابہ کرام پر یہ حکم شاق گزرا۔ اس کے بعد سورہ توبہ کی دوسری آیت 91 نازل ہوئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ضعیفوں، بیماروں، تنگ دست، فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر وہ اللہ کے دین اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔<sup>(28)</sup>

## منافقین اور کفار سے جہاد کا حکم

سورہ توبہ کی آیت "یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔۔ الخ" میں واضح طور پر منافقین اور کفار سے جہاد لڑنے کا حکم صادر ہوا ہے۔ ساتھ ہی ان کی قسموں کے بارے میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ ان آیات کا شان نزول، منافقین سے جہاد کا مفہوم، آیات کے مضمون سے متعلقہ مختلف احادیث، منافقین کی چالیں اور دروغ گوئی اور آیات کے ضمن میں جو احادیث بیان کی ہیں ان پر

ابن کثیر رحمہ اللہ تبصرہ کیا ہے۔ ابن کثیر آیات کے شان نزول سے متعلق مختلف واقعات نقل کیے ہیں۔ ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہو گئی۔ جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ ہماری اور اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تو وہی مثال ہے کہ "اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے" واللہ اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال کر باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔<sup>(29)</sup> ایک اور واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ تبوک کے موقع پر جن منافقین سے متعلق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں ان میں سے بعض منافق آپ ﷺ کے ساتھ جنگ میں بھی تھے۔ انہی میں سے ایک منافق جلاس بن عوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر کو بھی لے گئی تھیں۔ جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے، رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ساری بات آپ ﷺ کے گوش گزار کر دی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اس پر یہ آیت اتری۔<sup>(30)</sup> اس روایت کے آخر میں محمد بن اسحاق نے جلاس کی توبہ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن کثیرؒ کی رائے یہ ہے کہ ممکن ہے یہ دعویٰ محمد بن اسحاق کا اپنا ہو۔ حضرت کعب کی روایت میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ آیت میں موجود جملہ "وہموا بما لم یبالوا" سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ دراصل جلاس (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اپنے سوتیلے بیٹے کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جلاس کے اس ارادے سے متعلق یہ جملہ ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ جلاس بن عوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا سے گدھوں پر سوار ہو کر آرہے تھے کہ جلاس نے راستے میں یہ کہا کہ واللہ اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن رب میں تیری اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الہی نہ آجائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں چنانچہ میں سیدھا حاضر ہو اور تمام بات ڈرتے ڈرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دی۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر جلاس نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ آیت کے اس جملہ کا تعلق جلاس اور اس کے سوتیلے بیٹے سے متعلق نہیں ہے بلکہ عبد اللہ بن ابی نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور بعض لوگوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ عبد اللہ بن ابی کو ہی سردار بنا دیں اگرچہ آپ ﷺ اس سے راضی نہ ہوں۔ مزید یہ بھی ہے کہ دس سے زائد آدمیوں نے غزوہ تبوک میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا۔ چنانچہ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلتا تھا دوسرا نکیل تھا متا تھا ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لٹکا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے

آپ نے ہم سے فرمایا کیا تم نے انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں لیکن انکی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا۔ جانتے ہو کہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں فرمایا اللہ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکی قوم کے لوگوں سے کہلوادیتجئے کہ ہر قوم والے اپنے دشمنوں سے لڑے ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ یا اللہ ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔<sup>(31)</sup> ابن عباس فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ مجاہد کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنے کے مترادف ہے ہدف یہ ہے کہ موقع کی مناسبت سے جب تک ممکن ہو زبان مستعمل ہو کافی ہے ورنہ حاجتاً تلوار بھی ان کے خلاف چلانی پڑے گی۔ وہ ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالنے کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً کفر کا بول بول چکے ہیں اور ظاہراً اسلام کے بعد کھلے کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں۔<sup>(32)</sup> غزوہ تبوک میں کچھ لوگ ایسے تھے جو باوجودیکہ نفیر عام ہو چکی تھی لیکن جہاد پر نہیں گئے۔ ان میں سے کچھ تو بچے منافق تھے جن کے حیلے بہانے اس سورت میں مختلف جگہ پر موجود ہیں۔ البتہ کچھ مسلمان ایسے تھے جو سستی اور کاہلی بنا پر جہاد پر نہیں گئے۔ ان سے متعلق بھی اس سورت میں مذکور ہے جیسے آیت 102، 106، 117 اور 118 میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ توبہ کی آیت 106 سے متعلق مجاہد کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا تھا کہ ذبح ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ اور ان کے ان ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوہ تبوک پر نہیں گئے تھے۔ حضرت ابولبابہ کے ساتھ اور بھی پانچ یا سات یا نو آدمی تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان بزرگوں نے اپنے تئیں مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا تھا کہ جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے ہم اس قید سے آزاد نہ ہوں گے جب یہ آیت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے بندھن کھولے اور ان سے درگزر فرمایا۔ آیت 106 اور 118 تین صحابہ کرام (حضرت مرارہ بن ربیع، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم) سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان کا تصور اور توبہ سے متعلق تفصیل دوسرے اور تیسرے باب میں بیان ہو چکی ہے۔ ان تین اشخاص میں سے ایک کے نام سے متعلق مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک روایت میں مرارہ بن ربیعہ کے بدلے ربیع بن مرارہ آیا ہے۔ ایک میں ربیع بن مرارہ یا مرارہ بن ربیع ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے یعنی مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح زہری کی ایک روایت ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ دونوں بدری صحابی تھے جو حضرت کعب کی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے یہ خطا ہے۔ ان تینوں بزرگوں میں سے ایک بھی بدری نہیں واللہ علم۔<sup>(33)</sup>

#### خلاصہ بحث

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیات کی تشریح، احکام کے بیان، واقعات کی تشریح وغیرہ میں تین قسم کے اسلوب اختیار کیے ہیں: ایک بیانی اسلوب ہے، جس کے تحت سب سے پہلے آیت میں مذکور الفاظ کی تشریح، واقعہ کا پس منظر، مذکورہ بحث سے متعلق احادیث، صحابہ اور اہل علم کے اقوال ذکر کرتے ہیں، دوسرا تقابلی اسلوب ہے، جس کے تحت آیت میں بیان کردہ الفاظ کی تشریح میں اختلاف، واقعات کے بیان میں مختلف آراء، احکام سے متعلقہ فقہائے کرام کا موقف اور دیگر مختلف احداث میں

اہل علم کے اختلاف کا تقابل بیان کرتے ہیں، اور تیسرا تجزیاتی اسلوب ہے، جس کے تحت مختلف آراء بیان کرنے کے بعد بعض اوقات ان آراء سے متعلق اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

#### References

- <sup>1</sup>Yaqut Ibn Abdullah al-Hamwi, *Mu'jam al-Buldan* (Beirut: Dār al-Fikr), 5: 56.
- 2Ahmad Ibn Alī Ibn Hajar al-Asqalānī, *Al-Durar al-Kāmina fi 'yan al-miyat al-Thāmina* (Beirut:1986), I: 445.
- 3Muhammad Ibn Ali Ibn Hasan al-Husseini al-Damashqi, *Tazkirat al-Huffāz wa-Zuyuluha* (Beirut: Dār al-Kutub al-Ilmiyya, 1998), 58.
- 4Abu Abdullah, *Misbāh al-Munir*, I: 60,61.
- 5 Al-Asqalānī, *Al-Durar al-Kāmina fi 'yan al-miyat al-Thāmina* I: 446.
- 6Al-Shokāni, *Al-Badr al-Tāli'*, I:153.
- 7Ahmad Muhammad Shakir, *Umdat al-Tafsīr*, I: 6.
- 8Al-Tawba<sup>9</sup>:40-
- 9Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3:95.
- 10Al-Bukhārī, *Al-Jāma' al-Sahīh* •Hadīth No :7485
- 11Al-Tawbah<sup>9</sup>: 25 to 27-
- 12Ibn Abi Hatim, *Tafsīr Ibn Abi Hatim*, 6: 1772.
- 13Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 67.
- 14Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, is "Nazri". But there is "Nasri" in all references.
- 15 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 69.
- 16 Al-Bukhārī, *Al-Jāma' al-Sahīh* •Hadīth No:864.
- 17For a description of the incident, see: Ibn Abi Hatim, *Tafsīr Ibn Abi Hatim*, 6: 1773-177.
- 18 Al-Bukhārī, *Al-Jāma' al-Sahīh* •Hadīth No :2864.
- 19 Al-Tabarī, *Jam' al-Bayān 'n Tā' wīl Āy al-Qur'an*, 10: 133.
- 20Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 71.
- 21 Al-Tawba<sup>9</sup>: 38
- 22 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 92.
- 23Imam Muslim, *Sahih Muslim*, Hadīth No: 2858.
- 24 Al-Tabarī, *Jam' al-Bayān 'n Tā' wīl Āy al-Qur'an*, 10:174.
- 25 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 93.
- 26 Ibn Abi Hatim, *Tafsīr Ibn Abi Hatim*, 6: 1802.
- 27 Ibn Abi Hatim, *Tafsīr Ibn Abi Hatim*, 6.: 1802.
- 28 Ibn Abi Hatim, *Tafsīr Ibn Abi Hatim*, 6:1803-1804.
- 29 Al-Sayūtī, *Al-Durar ul-Manthur*,3:464.
- 30 Al-Tabarī, *Jam' al-Bayān 'n Tā' wīl Āy al-Qur'an*, 10: 236.
- 31 Al-Bayhaqī, *Dalā'il al-Nubuwwah*, 5: 260-261.
- 32 Al-Tabarī, *Jam' al-Bayān 'n Tā' wīl Āy al-Qur'an*,10: 233-234.
- <sup>33</sup>Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur'an al-Azeem*, 3: 169-172.